ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9. No.2 2026

معاصر سماجی مسائل کے حل میں مصادر اسلامی کا کردار، ایک تجزیاتی مطالعہ

Rabia Bibi
Lecturer Deparment of Islamic Studies Goverment Girls Degree College Timergara ,aib4r4@gmail.com
Zakra Abdul Rouf
visiting lecturer Mirpur university of science and technology.
zakraqureshi3@gmail.com
Dr. Iftikhar Ahmad
Alumni University of Malakand,PhD in islamic Studies

موضوع کا تعارف و اہمیت:

ہر معاشرہ اپنے خوبیوں کے ساتھ مختلف النوع سماجی مسائل کا سامنا کرتا ہے۔ یہ مسائل کبھی معاشی نوعیت کے ہوتے ہیں، کبھی اخلاقی، اور کبھی خاندانی و تمدنی بنیادوں کو متزلزل کر دیتے ہیں اور کبھی بین الاقوامی نوعیت کے ہوتے ہیں۔۔ چونکہ سماجی عدم مساوات، جرائم، غربت، بے روزگاری، خاندانی کشیدگی، اور اخلاقی انحراف جیسے عوامل کسی بھی قوم کی اجتماعی صحت اور ترقی کے لیے سنگین خطرہ لاحق ہوتے ہیں۔ اس لئے جدید معاشرتی علوم نے ان مسائل کی جڑوں کو جاننے اور ممکنہ حل پیش کرنے کے لیے قابلِ قدر علمی کاوشیں کی ہیں، تاہم مسلمان معاشروں کے تناظر میں ایک اہم سوال ہمیشہ باقی رہتا ہے کہ کیا اسلامی مصادر (قرآن، سنت، فقہ، اور اصولِ شریعت) ان مسائل کے حل کے لیے کوئی جامع اور قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں؟

اسلامی تعلیمات کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو منظم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سماجی اصلاح اور فلاح کے سلسلے میں اسلامی منابع کو صرف مذہبی نصوص کے مجموعے کے طور پر نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی و سماجی نظام کے طور پر سمجھا جائے۔ یہ تحقیق اسی ضرورت کے پیشِ نظر مرتب کی جارہی ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ اسلامی مصادر سماجی مسائل کے حل میں کس حد تک رہنما اور معاون ثابت ہوسکتے ہیں، اور ان کے عملی نفاذ میں کون سے سماجی، فکری یا انتظامی عوامل رکاوٹ بنتے ہیں۔ مزید بر آں، اس تحقیق کا مقصد یہ بھی ہے کہ موجودہ علمی مباحث میں اسلامی نقطۂ نظر کو ایک سائنسی اور تجزیاتی انداز میں پیش کیا جائے، تاکہ اسلام کے سماجی پہلوؤں کو جدید علمِ اجتماع کے تناظر میں سمجھنے کا موقع ملے۔

اس تحقیق کے مرکزی نکات میں سے اسلامی مصادر میں سماجی اصلاح اور مسائل کے حل سے متعلق کون سے بنیادی اصول و تصورات پائے جاتے ہیں، اور ان کی فکری و اخلاقی بنیادیں کیا ہیں؟ یہ اسلامی اصول اور تصورات جدید سماجی مسائل (جیسے غربت، جرائم، خاندانی بحران، اخلاقی انحراف وغیرہ) کے عملی حل میں کس طرح رہنمائی فراہم کرسکتے ہیں؟ اسلامی اور غیر اسلامی نظریاتِ سماجیات کے مابین بنیادی فرق اور امتزاج کے کون سے امکانات موجود ہیں، اور اسلامی ماڈل کو جدید معاشرتی نظام میں مؤثر طور پر کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے؟ شامل ہیں۔ یہ نکات تحقیق کے مرکزی محور کی وضاحت کرتے ہیں اور اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ تحقیق کا دائرہ محض نظریاتی نہیں بلکہ عملی اور تطبیقی نوعیت کا بھی ہوگا۔

اسلامی فقہ، کلام، اور جدید سماجی سائنس کے درمیان فکری فاصلہ کم کرنا اس تحقیق کا بنیادی مقصد ہے۔ جہاں جدید سماجی نظریات انسان کو محض معاشرتی حیوان کے طور پر دیکھتے ہیں، وہاں اسلام انسان کو ایک اخلاقی، روحانی اور ذمہ دار مخلوق کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ یہ تحقیق ان دونوں زاویوں کو جوڑنے کی علمی کوشش ہے تاکہ سماجی اصلاح کا تصور صرف قانون یا معیشت تک محدود نہ رہے بلکہ اخلاقی و روحانی بنیادوں پر بھی استوار ہو۔ اسلامی نصوص نہ صرف عبادات و عقائد کی رہنمائی کرتی ہیں بلکہ ایک ایسا جامع سماجی ڈھانچہ بھی فراہم کرتی ہیں جو انصاف، مساوات، تعاون، عفو، عدل، احسان اور خیرِ خواہی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تحقیق نظریاتی طور پر اسلام اور جدید سوشیالوجی کے مابین تعامل پیدا کرنے والا ایک نیا مکالمہ قائم کرے گی۔

عملی سطح پر یہ مطالعہ پالیسی ساز اداروں، دینی تنظیموں، فلاحی اداروں اور سماجی کارکنوں کے لیے رہنما ثابت ہو سکتا ہے۔ جب سماجی منصوبہ بندی اور اصلاحی پالیسیوں میں اسلامی اصول شامل کیے جائیں تو ان میں پائیداری، ثقافتی ہم آہنگی اور اخلاقی جواز پیدا ہوتا ہے۔ مزید بر آں، اسلامی مصادر کو عملی حکمتِ عملیوں میں شامل کرنے سے نہ صرف دینی حلقوں میں قبولیت بڑھے گی بلکہ عام معاشرہ بھی ان پالیسیوں کو اپنے تہذیبی پس منظر کے مطابق سمجھے گا۔

ماضی میں اکثر تحقیقات اسلامی نقطۂ نظر سے اصلاحِ معاشرہ پر محض نظریاتی گفتگو تک محدود رہی ہیں۔ عملی اور میدانی تجزیے کی کمی رہی ہے اور جدید سماجی میتھوڈالوجی (طریقہ کار) کے ساتھ ان کے امتزاج پر کم کام ہوا ہے۔ یہ تحقیق اس خلا کو پُر کرے گی۔ یہ نہ صرف اسلامی نصوص اور فقہی اصولوں کا تجزیہ پیش کرے گی بلکہ ان کے سماجی نفاذ کے عملی پہلو بھی واضح کرے گی۔ مزید بر آں، تحقیق میں اسلامی و غیر اسلامی نظامِ فکر کا موازنہ شامل ہو گا تاکہ واضح ہو سکے کہ اسلام کا سماجی تصور جدید نظریات کے مقابلے میں کہاں زیادہ جامع اور انسانی فطرت کے قریب ہے۔

سابقہ ادب کا جائزہ:

مصادر اسلامی کی روشنی میں سماجی مسائل کے حل کا موجودہ دنیا کے انسانی، اخلاقی اور معاشرتی بحرانوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ مختلف مطالعات نے یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی مصادر نہ صرف فرد کی اخلاقی و روحانی رہنمائی کرتے ہیں بلکہ اجتماعی زندگی میں توازن، عدل اور فلاح کے اصول بھی فراہم کرتے ہیں۔ مصلحت (Maslaha) اور فلاحِ عامہ کے تصورات اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام نے سماجی مسائل کے حل کے لیے عملی، اخلاقی اور فکری بنیاد فراہم کی ہے۔

فقہی اور معاصر علمی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی تعلیمات، اخلاقی تربیت اور سیرتِ نبوی ﷺ کے عملی ماڈل سماجی اصلاح کے لیے ایک مکمل رہنمائی پیش کرتے ہیں۔ یہی نقطۂ آغاز موجودہ تحقیق کا بھی ہے، جو اسلامی اصولوں کے عملی اطلاق، مقامی سیاق و سباق اور جدید سماجی چیلنجز کے تناظر میں ایک جامع اور موازنہ جائزہ پیش کرے گی۔

اس موضوع کے حوالے سے مختلف مطالعات نے مصلحت (Maslaha) کے تصور کو نمایاں اہمیت دی ہے، جس کا بنیادی مقصد معاشرے کی بھلائی اور مفادِ عامہ کا تحفظ ہے۔ فقہی روایت میں اس تصور کا استعمال نئے مسائل کے حل کے لیے اجتہادی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ چند معاصر مطالعات میں اسلامی فلاحی مداخلتوں کی افادیت اور سماجی اصلاح میں ان کے کردار کا تجزیہ کیا گیا ہے [1]۔ مزید بر آں، اخلاقی، اسلامی نظریات اور انسانی روّیوں پر اثرات کے حوالے سے ایک تحقیق نے دینی آگہی اور تربیت کے ذریعے افراد کے اخلاقی رویوں میں مثبت تبدیلی کے امکانات کو اجاگر کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ دینی تربیت انسان کو سماجی ذمہ داریوں کی جانب راغب کرتی ہے [2]۔ اس کے علاوہ، اسلام اور سماجی چیلنجز پر ایک جدید مطالعہ نے موجودہ عالمی و معاشی حالات میں مسلم معاشروں کو درپیش مسائل اور ان کے ممکنہ اسلامی حلوں کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے، جس میں اسلام کو سماجی کارکنوں کے لیے ایک رہنما فریم ورک کے طور پر دیکھا گیا ہے [3]۔

اسلامی معاشرتی فکر میں انسانی فلاح کا بنیادی اصول مصلحتِ عامہ (Maslaha) پر قائم ہے، جو فرد اور معاشرے دونوں کی بھلائی کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ فقہی لحاظ سے یہ اصول نئے سماجی مسائل کے حل کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے، تاہم عملی دنیا میں اس کے نفاذ پر تحقیق محدود ہے۔ محمد رضی الاسلام ندوی کے مضمون، چند اہم سماجی مسائل اور اسلام میں اسی پہلو کو واضح کیا گیا ہے کہ جب مغربی تہذیب نے مذہب سے آزادی اختیار کی تو اس کے نتیجے میں خاندانی انتشار، اخلاقی زوال، اور جنسی انحرافات جیسے بحران پیدا ہوئے۔ ان کے نزدیک اسلام ہی وہ فطری نظامِ حیات ہے جو انسان کی جبلت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے لیے عفت، نکاح اور خاندانی ذمہ داری کے اصول وضع کرتا ہے، تاکہ سماجی توازن برقرار رہے [4]۔ اس فکری بنیاد کو ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی ایک روحانی اور فکری جہت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سماجی و طبقاتی تقسیم کا اصل سبب مادیت پرستی اور وحی سے انقطاع ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے توحید، رسالت اور آخرت کی تعلیم کے ذریعے انسان کو روحانی مساوات کا شعور بخشا، جس سے نسل، رنگ، زبان اور قومیت کے تمام امتیازات ختم ہو گئے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست اس تصورِ عدل و مساوات کی عملی تعبیر تھی، جہاں معاشی انصاف، سماجی برابری اور انسانی احترام بیک وقت موجود تھے۔ اس طرح صدیقی کا نقطۂ نظر رضی الاسلام ندوی کے اخلاقی و خاندانی تصور سے جُڑ کر ایک وسیع روحانی و فکری نظام کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو صرف انفرادی نہیں بلکہ

---

[1] - Abdullah Kuyateh, Mustapha. "Islam and Social Welfarism: The Role of Islamic Social Interventions." *Available at SSRN 4215499* (2022).or https://www.researchgate.net/publication/364943200_Islam_and_Social_Welfarism_The_Role_of_Islamic_Social_Interventions.

[2] - Al-Hasan Al-Aidaros, Faridahwati Mohd. Shamsudin, and Kamil Md. Idris. “Ethics and Ethical Theories from an Islamic Perspective.” International Journal of Islamic Thought 4, no. 1 (December 2013): 1–13.

[3] - Rashid, Saima, and Abdul Razak Bin Abdul Manaf. “Islam in the 21st Century: Challenges and Opportunities for Social Work with Muslims.” Journal of Religion & Spirituality in Social Work, ResearchGate, 2017. Accessed October 4, 2025.

[4] ۔ ندوی، محمد رضی الاسلام۔ چند اہم سماجی مسائل اور اسلام۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۱۱ء، جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اجتماعی سطح پر اصلاح کا داعی ہے[5]۔ محمد اصغر خان سورانی اس فکری تسلسل کو ایک عملی اور نظامی قالب دیتے ہیں۔ وہ سیرتِ نبوی ﷺ کو جدید انسانی مسائل کے حل کا تجربہ شدہ ماڈل قرار دیتے ہیں، جس کی بنیاد نفسیاتی فہم، تدریجی تربیت اور انسان دوستی پر تھی۔ نبی ﷺ کا طریقہ کار بتاتا ہے کہ حقیقی سماجی تبدیلی دل و دماغ کی اصلاح، اجتماعی تنظیم اور متبادل نظام کی تشکیل کے بغیر ممکن نہیں۔ سورانی کے نزدیک دستورِ مدینہ ایک ابتدائی سوشل ویلفیئر ماڈل تھا جو تعلیم، رواداری، عدل اور انسانی احترام پر مبنی تھا۔ اس طرح ان کا مطالعہ ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی کی روحانی مساوات اور ندوی کی اخلاقی اصلاح دونوں کو عملی شکل دیتا ہے، اور جدید معاشرتی کارکنان کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے[6]۔

جدید دنیا اپنی تمام سائنسی ترقی کے باوجود فکری انتشار، روحانی خلا، معاشرتی ناہمواری اور اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ مغرب نے تہذیبی اور فکری قیادت کے دعوے کے ساتھ جو نظامِ زندگی پیش کیا، وہ انسان کو وقتی سہولت تو دے سکا مگر باطنی سکون اور سماجی توازن فراہم نہ کر سکا۔ اس کے برعکس سیرتُ الرسول ﷺ ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات پیش کرتی ہے جو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی انسانیت کے لیے عدل، امن اور فلاح کا ضامن ہے۔

اسلامی اور مغربی فکر کا پہلا بنیادی فرق آفاقی اقدار کے تصور میں ہے۔ مغربی تہذیب کی اقدار قومی، لسانی، اور جغرافیائی بنیادوں پر استوار ہیں، جبکہ اسلام کی بنیاد تقویٰ، عدل، احسان اور مساوات پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے معاشرے کی تشکیل کی جہاں انسان کی عزت کا معیار رنگ، نسل یا طبقہ نہیں بلکہ کردار اور تقویٰ قرار پایا۔ یہی وہ اصول ہے جس نے معاشرتی انصاف کو ممکن بنایا۔

دوسرا اہم فرق تہذیبی تصادم اور تہذیبی مکالمے کے تصور میں نظر آتا ہے۔ مغرب نے "Clash of Civilizations[7]" کا نظریہ پیش کیا جو تقسیم اور تصادم کو ہوا دیتا ہے، جب کہ اسلام نے "تعالوا الی کلمۃ سواء[8]" کے ذریعے مکالمے، افہام و تفہیم، اور باہمی احترام کی دعوت دی۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں صلحِ حدیبیہ اور میثاقِ مدینہ اس اصول کی روشن مثالیں ہیں کہ اختلاف کے باوجود امن اور باہمی تعاون ممکن ہے۔

اسلام اور مغرب کے درمیان تیسرا بڑا فرق نظامِ زندگی کے تصور میں ہے۔ مغرب مذہب کو نجی معاملہ سمجھتا ہے اور ریاست سے الگ رکھتا ہے، جب کہ اسلام دین کو مکمل ضابطۂ حیات قرار دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سیاسی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی ہر میدان میں وہ عملی نمونہ پیش کیا جو انسانیت کے لیے دائمی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام محض عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک متوازن سماجی، معاشی اور اخلاقی نظام ہے۔ اسی طرح برداشت اور رواداری کے معاملے میں مغرب کے دعوے عملی تضاد کا شکار ہیں۔ وہاں آزادیٔ اظہار کے نام پر مذہبی اقدار کی توہین کی جاتی ہے، جب کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں عفو و درگزر، صلح، اور انسانی احترام کی اعلیٰ ترین مثالیں موجود ہیں۔ فتحِ مکہ پر عام معافی اور غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف پر مبنی تعلقات اسلام کی اصل روح کو ظاہر کرتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر کا ایک اور امتیاز وحدتِ نسلِ انسانی ہے۔ مغرب نے نسل، رنگ اور دولت کو برتری کا پیمانہ بنایا، جس کے نتیجے میں تعصب اور طبقاتی تقسیم نے جنم لیا۔ اسلام نے اعلان کیا کہ تمام انسان ایک ہی نسل سے ہیں اور سب سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ یہی تصور انسانیت میں حقیقی مساوات اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔ معاشی اعتبار سے بھی دونوں نظاموں میں واضح فرق ہے۔ مغربی سرمایہ داری سود اور استحصال پر مبنی ہے جس سے طبقاتی تفاوت اور غربت بڑھتی ہے، جبکہ اسلام نے زکوٰۃ، صدقہ، اور انفاق کے ذریعے دولت کی عادلانہ تقسیم کا نظام قائم کیا۔ یہ نظام نہ صرف ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے بلکہ معاشی توازن اور سماجی بہبود کو یقینی بناتا ہے۔

آخر کار یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغربی فکر نے انسان کو مادی آسائش تو دی مگر روحانی و اخلاقی سکون چھین لیا، جبکہ سیرت النبی ﷺ انسان کو ایمان، عدل، اخلاق اور اخوت کے ذریعے حقیقی کامیابی کا راستہ دکھاتی ہے۔ یہی وہ جامع پیغام ہے جو جدید انسان کے تمام فکری اور معاشرتی بحرانوں کا مستقل حل پیش کرتا ہے[9]۔

معاصر معاشرہ پیچیدہ سماجی مسائل، خاندانی انتشار اور اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ مغربی فکر نے مادی آسائشیں فراہم کی ہیں مگر انسانی روحانی اور اخلاقی سکون کو نظر انداز کیا ہے۔ اسی تناظر میں اسلامی تعلیمات، خصوصاً سیرت النبی ﷺ، فرد اور معاشرہ دونوں کے لیے ایک متوازن اور جامع رہنمائی پیش کرتی ہیں، جو ایمان، عدل، اخلاق

---

[5] ۔ صدیقی، عمیر محمود۔ سیاسی، معاشی و سماجی طبقاتی تقسیم کا حل حیاتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں۔ دسمبر ۲۰۱۸ء۔

[6] ۔ سورانی، محمد اصغر خان۔ "سماجی تبدیلی کا نبوی طریقہ کار"۔ بصیرت افروز، 4 اکتوبر 2025۔

[7] - Huntington, Samuel P. "The clash of civilizations?." In The new social theory reader, pp. 305-313. Routledge, 2020.

[8] ۔ آل عمران:64

[9] ۔ القادری، محمد طاہر۔ سیرتِ رسول ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اہمیت۔ لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز۔

اوراخوت کے ذریعے حقیقی کامیابی اور معاشرتی ہم آہنگی کا راستہ دکھاتی ہے۔اس پس منظر میں درج ذیل آرٹیکل اور مقالہ جات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ عصری مسائل اور ان کے اسلامی حل کو واضح کیا جاسکے۔

پاکستان کا معاشرہ اور عصری سماجی مسائل کا اسلامی حل: اکراہی زواج کا اختصاصی تناظر کے عنوان سے اہم مضمون چھپ چکا ہے کو سماجی مسائل کی نشان دہی اور اسکا حل بتاتا ہے۔اس مقالے میں اکراہی زواج یعنی جب خاندان زبردستی شادی کرنے کا دباؤ ڈالے، کے معاشرتی اور نفسیاتی مضمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مؤلفین نے دلائل کے ذریعے واضح کیا کہ قرآن وسنت آزاد رضامندی پر زور دیتی ہے، اور اسلامی معاشرے میں شادی کو دو افراد کی مرضی سے ہونا چاہیے، جبکہ زبردستی شادی معاشرے میں امتیازات اور عورت کی ذاتی آزادی کی پامالی کی نمائندہ ہے[10]۔ اسی طرح بعنوان کشمیر میں خواتین کو درپیش سماجی مسائل کا مجوزہ اسلامی حل میں بھی ایک راہنمائی موجود ہے۔اس تحقیق میں آزاد کشمیر کی عورتیں تعلیم، صحت، معاشی شرکت، اور صنفی تشدد جیسے چیلنجز کا سامنا کرتی ہیں۔ مؤلفین نے یہ تجویز پیش کی کہ اسلامی نظریات کی روشنی میں عورت کو بااختیار بنانے، قانونی تحفظ، اور معاشی مواقع فراہم کرنا ضروری ہے تاکہ ان مشکلات کا مؤثر حل ممکن ہو سکے[11]۔ خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے نفاذ میں حائل سماجی رکاوٹیں اور ان کا حل تحقیقی مضمون بھی چھپ چکا ہے۔ یہ مقالہ خاندان کو معاشرے کی بنیادی اکائی قرار دیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ کون سی سماجی عوامل (مثلاً روایات، معاشی غیر مساوات، تعلیم کی کمی) قرآنی اسلوب زندگی کی نفاذ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ مؤلفہ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان رکاوٹوں کا تجزیہ کیا اور متعدد عملی تجاویز پیش کیں تاکہ قرآن وسنت کے مطابق خاندانی زندگی ممکن ہو سکے[12]۔ بین الاقوامی سطح پر بھی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ بعنوان مغربی ممالک میں مقیم مسلم اقلیتوں کے سماجی مسائل: اسباب، اثرات اور حل کا ایک تحقیق مضمون مین اس طرف راہنمائی کی گئی۔ یہ مقالہ ان مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیتا ہے جو غیر مسلم اکثریتی ممالک میں رہتے ہیں۔ اس میں مسائل جیسے معاشی پسماندگی، ثقافتی ٹکراؤ، حقوقِ عبادت اور شریعت کے اطلاق جیسے موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں۔ مؤلفین نے "فقہِ لاقلیات" کے نظریہ کو بطور حل پیش کیا تاکہ ان مسلم اقلیتوں کو اپنے دینی اور معاشرتی حقوق کے درمیان توازن مل سکے[13]۔ سماجی مسائ;ل، کے حل میں فقہ نے بنایدی کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی فقہ میں جدید سماجی مسائل کا حل کے عنوان سے تحقیقی مضمون شائع ہوا ہے۔ اس مقالے نے جدید تکنالوجی، بدلتے سماجی رجحانات اور ماحولیاتی مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں متناسب انداز سے حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ مؤلف نے استدلال کیا کہ فقہ کو جامد نہیں بلکہ متحرک ہونا چاہیے، اور وہ اجتہاد، مقاصدِ شریعت اور ادارتی فتاویٰ کونسلز کی مدد سے سلف کے اصولوں کو عہدِ حاضر سے جوڑنے کی تجویز پیش کرتا ہے[14]۔ اسی طرح سلف نے بھی مسائل کے حل میں سماج کو بہت کچھ دیا ہے۔ جس میں امام غزالیؒ بھی شامل ہیں۔ امام محمد غزالی کے نظریات کا عصرِ حاضر کے سماجی مسائل پر اطلاق: المنقذ من الضلال کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ نامی مضمون میں مؤلف نے غزالیؒ کی کتاب المنقذ من الضلال کے نظریات کو جدید سماجی چیلنجز جیسے روحانی بحران، اخلاقی زوال، مادّی پسندی، سیکولر رجحانات اور نوجوانوں کے دینی انقطاع کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ غزالیؒ کا توازنِ عقل و وحی، تجدیدِ عملی اور روحانی اصلاح کا ماڈل آج کے مسلمان معاشروں کو فکری روشنی فراہم کر سکتا ہے[15]۔ اسی طرح خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے نفاذ میں حائل سماجی رکاوٹیں اور ان کا حل میں بھی اسلامی مصادر کا نمایاں کردار رہا ہے۔ یہ مضمون خاندانی زندگی کو قرآن کی تعلیمات کے تناظر میں بینِ ادیان سماجی تعلقات کے نقطہ نظر سے پیش کرتا ہے، اور مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے خاندانوں میں قرآنی اصولوں کے اطلاق کے امکانات اور چیلنجز کا جائزہ لیتا ہے[16]۔ ایک اور مقالہ جو خاندان کی اہمیت اور

---

[10] ۔ صدف سلطان، عتیق الرحمن۔ "پاکستان کا معاشرہ اور عصری سماجی مسائل کا اسلامی حل: اکراہی زواج کا اختصاصی تناظر۔" جہانِ تحقیق، جلد 7، شمارہ 1 (2024ء)۔

[11] ۔ خدیجہ قریشی، سعید احمد۔ "کشمیر میں خواتین کو درپیش سماجی مسائل اور ان کا مجوزہ اسلامی حل۔" شناخت، جلد 3، شمارہ 2 (2024ء)۔

[12] ۔ سیدہ سمیرا اصغر۔ "خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے نفاذ میں حائل سماجی رکاوٹیں اور ان کا حل۔" مطالعات علوم قرآن، جلد 2، شمارہ 3 (1397ھ ش / 2019ء)۔

[13] ۔ محمد سلیمان، واصف الرحمن، "مغربی ممالک میں مقیم مسلم اقلیتوں کے سماجی مسائل: اسباب، اثرات اور حل۔" مجلہ تعلیم و تحقیق، جلد 7، شمارہ 2 (2025ء)۔

[14] ۔ محمد علی، "اسلامی فقہ میں جدید سماجی مسائل کا حل۔" ضوفشاں، جلد 1، شمارہ 1 (2023ء)۔

[15] ۔ سید , آنیہ. "امام محمد غزالی کے نظریات کا عصرِ حاضر کے سماجی مسائل پر اطلاق: المنقذ من الضلال کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ." AL-IDA'AT Research Journal 4, no. 4 (2024).

[16] ۔ الازھری، ڈاکٹر محمد نعیم الدین، "خاندانی زندگی کا قرآنی اسلوب، سماجی میدان میں 'بین الادیان سماجی تعلقات'۔" مطالعات علوم قرآن (جامعہ المصطفی العالمیہ)، پاییز و زمستان 1398، شمارہ 5 (صفحات 53–75).

معاشرتی مسائل کے حل میں اسلامی تعلیمات کے کردار پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصنفین نے قرآن وسنت کی روشنی میں خاندان کے استحکام کے لیے باہمی حقوق وفرائض کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس میں فرد اور اجتماعیت کے تعلق میں توازن واعتدال کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے تاکہ خاندان ایک اجتماعی اکائی کے طور پر مضبوط ہو سکے[17]۔

معاصر معاشرتی مسائل کے حل میں اسلامی مصادر کی اہم، ضرورت وافادیت پر متعدد تحقیقی کام ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ایک اور تحقیقی مضمون Economic Inequality and Islamic Charity: An Exploratory Agent-Based Modeling Approach میں اقتصادی ناہمواری کے مسئلے کو اسلامی صدقات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ایجنٹ بیسڈ ماڈلنگ کے استعمال نے واضح کیا کہ کس طرح مذہبی اصول معاشی اصلاحات میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں[18]۔ اسی طرح، علی حارث اور معاون محققین کا مقالہ Persuasive Technology For Human Development: Review and Case Study انسانی ترقی میں ٹیکنالوجی کے استعمال کے اثرات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ کرتا ہے، جو مذہبی اصولوں اور جدید ٹیکنالوجی کے امتزاج کو سمجھنے میں معاون ہے[19]۔ وزیر زادہ خان اور دیگر مصنفین نے اپنے مقالے Ethical Aspects of Internet of Things from Islamic Perspective میں انٹرنیٹ آف تھنگز (IoT) کے اخلاقی پہلوؤں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ پیش کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال میں اسلامی اخلاقی اصولوں کی پیروی ضروری ہے[20]۔ پاکستانی معاشرتی پس منظر میں، مسیحی اقلیت کے سماجی مسائل اور ان کا حل اسلامی تعلیمات اور آئین پاکستان کی روشنی میں متعدد محققین نے بیان کیا ہے۔ معاویہ صالح نے اقلیت کے سماجی مسائل پر تفصیلی تجزیہ پیش کیا اور قانونی ومذہبی مکالمے کے ذریعے ہم آہنگی کے امکانات بیان کیے[21]۔ اسماء طلعت نے مسلم ومسیحی مکالمے کے مواقع اور حدود پر روشنی ڈالی، جس سے مذہبی ہم آہنگی کے لیے عملی رہنمائی فراہم ہوتی ہے[22]۔ صبیحہ اظہر نے جدید مسیحیت کے پاکستانی معاشرے پر اثرات کا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مذہبی تعلیمات سماجی واخلاقی اصلاحات میں کس قدر مؤثر ہو سکتی ہیں[23]۔ یہ تمام تحقیقات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اسلامی مصادر نہ صرف اخلاقی وروحانی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ سماجی مسائل کے عملی حل میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں تکثیری معاشرت کا جامع عملی نمونہ موجود ہے۔ جس منیں سامجی مسائل کے حل میں اسلامی مصادر نے اہم کردار چادا کیا ہے۔ اسلام کو اگر اس کی اصل تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے ایک ایسے معاشرے میں ظہور کیا جو مذہبی، قبائلی اور تہذیبی تنوع سے بھرپور تھا۔ اسلام نے اس معاشرے میں عملی مظاہر دکھائے۔ جس میں چند عملی نمونے درجہ ذیل ہیں۔

بعثت سے قبل مکہ میں ایک یمنی تاجر کے ساتھ ظلم ہوا اور اس کا مال طاقت کے بل پر روک لیا گیا۔ اس واقعے کے بعد چند قبائل نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہو کر حلف الفضول کے نام سے ایک معاہدہ کیا کہ وہ مکہ میں کسی بھی مظلوم کا ساتھ دیں گے، خواہ وہ کسی بھی قبیلے یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے اس معاہدے میں شرکت فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ اگر آج بھی ایسے معاہدے کی دعوت دی جائے تو وہ ضرور شریک ہوں گے[24]۔ یہ واقعہ اس بات کی عملی مثال ہے کہ اسلام معاصر سماجی مسائل کے حل میں عملی اور قولی مصادر وذرائع رکھتی ہے۔ اسی طرح غیر مسلم ریاست ومعاشرے میں بھی اسلان نے راہنمائی کی ہے اور اس کے مصادر میں اس کے عملی نمومنے

---

[17] ۔ ام سلمٰی، خانم، اور ثمینہ سعدیہ. "عصر حاضر میں خاندان کو درپیش معاشرتی مسائل اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ان کا حل." مجلہ معارف قرآن وعترت 1، شمارہ 2 (تیر 1397): 105-138

[18] - Sabzian, Hossein, Alireza Aliahmadi, Adel Azar, and Madjid Mirzaee. "Economic inequality and Islamic Charity: An exploratory agent-based modeling approach." *arXiv preprint arXiv:1804.09284* (2018).

[19] - Harris, Ali, Junaid Qadir, and Ussama Ahmad Khan. "Persuasive technology for human development: Review and case study." *arXiv preprint arXiv:1708.08758* (2017).

[20] - Khan, Wazir Zada, Mohammed Zahid, Mohammed Y. Aalsalem, Hussein Mohammed Zangoti, and Quratulain Arshad. "Ethical aspects of internet of things from Islamic perspective." In *2017 9th IEEE-GCC Conference and Exhibition (GCCCE)*, pp. 1-4. IEEE, 2017.

[21] ۔ معاویہ صالح، "پاکستانی مسیحی اقلیت کے سماجی مسائل اور ان کا حل: آئین پاکستان اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں," نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2019–2021،

[22] ۔ اسماء طلعت، "پاکستانی معاشرہ میں مسلم مسیحی مکالمہ: امکانات، مواقع اور حدود," رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، خزاں 2013،

[23] ۔ صبیحہ اظہر، "پاکستانی معاشرے پر جدید مسیحیت کے اثرات کا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ," اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور، 2018–2022،

[24] ۔ أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، تحقيق شعيب الأرنؤوط (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001م)، 3/425، رقم 1655.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

موجود ہیں۔ اس ضمن میں ہجرتِ حبشہ کی مثال پیش کی جاتی ہے کہ جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ ہجرت کی اجازت دی، جہاں ایک عیسائی بادشاہ نجاشی حکومت کرتا تھا۔ حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم کی تلاوت کی اور اسلام کا تعارف کرایا، جس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی[25]۔ اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے وہاں قیام کے دوران ریاست کے خلاف کوئی بغاوت نہ کی، بلکہ امن و قانون کی پاسداری کی۔ جب نجاشی کے خلاف بغاوت ہوئی تو مسلمان اس کی کامیابی پر خوش ہوئے۔ یہ عملی مثال ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان غیر مسلم ریاست میں رہتے ہوئے اپنی دینی شناخت برقرار رکھ سکتے ہیں اور ریاستی وفاداری ادا کرسکتے ہیں۔ غیر مسلم معاشروں میں قیام اور اس کی بنیادی ضررویات ومشکلات کا حل اسلامی مصادر کے اندر موجود ہیں۔ سماجی اور معاشی تعامل جو عصرِ حاضر کا بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے، اس ضمن میں بھی اسلام کی تاریخ میں مصدری حل موجود ہیں۔ اور کوئی بھی معاشرہ اس سے راہنمائی لے سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک یہودی کی دعوت قبول فرمائی جس میں جو کی روٹی پیش کی گئی تھی۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی زرہ رہن رکھی[26]۔ یہ نہایت اہم مثال ہے کہ اسلامی معاشرت میں معاشی لین دین مذہبی بنیاد پر ممنوع نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک یہودی کے باغ میں مزدوری کی، اور حضرت خبابؓ مشرک کے ہاں کام کرتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اریقط نامی غیر مسلم راہبر کو بطور گائیڈ مقرر کیا۔ یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ مہارت اور اعتماد کو مذہب کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاتا۔ کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے یہ ایک رول ماڈل ہے۔ مدینہ جب اسلامی ریاست بن گئی تو اس کے ریاستی نظم ونسق کے لیے میثاقِ مدینہ کی مثال بھی موجود ہے۔ مدینہ میں مختلف قبائل اور مذاہب کے افراد آباد تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک تحریری معاہدہ مرتب فرمایا جسے میثاقِ مدینہ کہا جاتا ہے[27]۔ اس میں یہودی قبائل کو مذہبی آزادی دی گئی، مشترکہ دفاع کا اصول طے کیا گیا، اور یہ اعلان کیا گیا کہ ظلم کی حمایت نہیں کی جائے گی۔

انسانی وقار اور سماجی احترام میں بھی اسلام نے بنیادی اور مصدری عملی نظیریں پیش کی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ ایک یہودی لڑکے کی عیادت کے لیے گئے جو بیمار تھا۔ ایک اور موقع پر جب ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو گئے[28]۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو فرمایا: کیا وہ انسان نہیں تھا؟،[29]

یہ واقعہ انسانی وقار کی عالمگیریت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح پڑوسی کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے[30]۔ یعنی اس واقعہ سے بات معلوم ہوگئی کہ کہ پڑوسی کے حقوق میں مسلم وغیر مسلم کی تخصیص نہیں۔ سفارتی اور تہذیبی تعلقات کے حوالے سے بھی راہنمائی موجود ہے اور اسلام میں اس ضمن میں بھی راہنمائی کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مختلف غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتی خطوط بھیجے اور ان کے تحائف قبول فرمائے۔ مصر کے حاکم مقوقس کے تحائف قبول کیے گئے، اور شاہِ روم سے سفارتی مکاتبت ہوئی[31]۔ یہ مثالیں اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام بین الاقوامی تعلقات اور تہذیبی تعامل کو اصولی طور پر جائز سمجھتا ہے، بشرطیکہ دینی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو۔

ان تمام عملی مثالوں کو یکجا کیا جائے تو ایک واضح تصویر سامنے آتی ہے کہ اسلام نے تکثیری اور سماجی معاشرے میں زندگی گزارنے کے لیے ایک متوازن نظام فراہم کیا جس کی بنیاد عدل، وفاداری اور انسانی احترام پر ہے۔ یہاں مذہبی اختلاف کو تصادم کی بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ قانونی اور اخلاقی نظم کے ذریعے ہم آہنگی پیدا کی گئی۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ نظریاتی بیانات تک محدود نہیں بلکہ عملی نمونوں سے بھرپور ہے۔ یہی عملی تاریخ اسلامی تکثیریت کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔ معاصر وقتوں میں کسی بھی سماجی مسائل کے حل میں مصادر اسلامی کا کردار اہم ہوتا ہے۔ اس کے بغیر سماجی مسائل حل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی معاشرہ ترقی کرسکتا ہے۔

تنقیدی جائزہ

---

[25] - أحمد بن حنبل، *مسند* الإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث جعفر بن أبي طالب، رواية أم سلمة رضي الله عنها، رقم الحديث 22498، ترقيم الشاملة.

[26] - البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الرهن، رقم 2916 ،بيروت: دار ابن كثير، 2002م.

[27] - ابن هشام، عبد الملك بن هشام، *السيرة النبوية*، تحقيق مصطفى السقا، وإبراهيم الأبياري، وعبد الحفيظ شلبي، 4 أجزاء (القاهرة: مصطفى البابي الحلبي وأولاده، 1955م)، 2/147–150.

[28] - البخاري، الجامع الصحيح، كتاب المرضى، رقم 5657.

[29] - بخاري، الجامع الصحيح، كتاب الجنائز، رقم 1312.

[30] - مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح، كتاب الإيمان، رقم 47 ،بيروت: دار إحياء التراث العربي، د.ت.

[31] - الطبري، تاريخ الرسل والملوك (بيروت: دار التراث، 1967م)، 3/90.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9. No.2 2026

معاصر معاشرتی مسائل، چاہے وہ اخلاقی ہوں، معاشی یا روحانی، صرف اسی صورت میں حل ہو سکتے ہیں جب انسان اپنی زندگی کو وحیِ الٰہی کی رہنمائی کے تحت منظم کرے۔ تحقیقی کاموں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی اصول نہ صرف اخلاقی اور روحانی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ عملی اصلاحات کے لیے بھی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ حسین سبزیان اور ساتھیوں نے اقتصادی نابرابری کے حل کے لیے اسلامی صدقات کا ماڈل پیش کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی اصول معاشرتی و اقتصادی اصلاحات میں قابل اطلاق ہیں۔ اسی طرح علی حارث اور ساتھیوں نے انسانی ترقی میں ٹیکنالوجی کے کردار کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ کیا، جبکہ وزیر زادہ خان اور دیگر نے انٹرنیٹ آف تھنگز کے اخلاقی پہلوؤں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ پیش کیا، جو جدید ٹیکنالوجی اور اخلاقی اصولوں کے امتزاج کو اجاگر کرتا ہے۔

پاکستانی معاشرتی سیاق میں، مسیحی اقلیت کے مسائل اور مسلم و مسیحی مکالمے پر کیے گئے مطالعات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ قانونی و مذہبی مکالمے معاشرتی ہم آہنگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض تحقیق میں اقلیت کے مسائل پر تفصیلی تجزیہ پیش کیا گیا، جبکہ دیگر میں مکالمے کے مواقع اور حدود کو اجاگر کیا گیا۔ صبیحہ اظہر نے جدید مسیحیت کے معاشرتی اثرات کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تجزیاتی انداز میں بیان کیا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی تعلیمات سماجی و اخلاقی اصلاحات میں مؤثر ہیں۔

رضی الاسلام ندوی کے مطابق اصلاح کا محور اخلاقی و خاندانی دائرہ ہے، ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی روحانی و فکری وحدت پر زور دیتے ہیں، اور سورانی اجتماعی و نظامی تشکیل کو اہم قرار دیتے ہیں۔ ان تینوں کے فکری اشتراک سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ ایک ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جو جدید دنیا میں عدل، توازن اور انسانیت کی بحالی کا واحد ذریعہ ہے۔

اگرچہ یہ تمام مطالعات اہم اور قابل قدر ہیں، تاہم ان میں چند نمایاں کمیابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ بیشتر تحقیق میں اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ پر گہرے اور موازنہ تجزیے کی کمی محسوس ہوتی ہے، جبکہ اکثر مطالعات محض نظریاتی یا عقلی سطح تک محدود رہ گئے ہیں اور ان میں میدانی شواہد یا تجرباتی بنیادوں کا فقدان ہے۔ مزید برآں، ان تحقیقات میں مقامی سیاق وسباق، خصوصاً پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے مخصوص معاشرتی و ثقافتی حالات کو مناسب طور پر مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔

اسلامی تاریخ میں پیش کیے گئے عملی نمونے جیسے حلف الفضول، ہجرتِ حبشہ، میثاقِ مدینہ، بین المذاہب معاشی تعامل، اور انسانی وقار سے متعلق واقعات، اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلامی مصادر محض عباداتی احکام تک محدود نہیں بلکہ ایک منظم سماجی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں۔ تاہم ایک سنجیدہ تحقیقی رویہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان مثالوں کو محض جذباتی استدلال کے طور پر نہیں بلکہ اصولی اور عملی فریم ورک کے طور پر سمجھا جائے۔ اسلامی مصادر بنیادی طور پر سماجی نظم کے لیے اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کرتے ہیں، جن کی روشنی میں تکثیری معاشرت میں ہم آہنگی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔

سب سے پہلے عدل کا اصول نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ حلف الفضول کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ مظلوم کی حمایت ایک آفاقی اخلاقی قدر ہے، جو مذہبی یا قبائلی وابستگی سے بالاتر ہے۔ اسی طرح میثاقِ مدینہ میں مشترکہ دفاع، مذہبی آزادی اور ظلم کے خلاف اجتماعی موقف کو تحریری شکل دی گئی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی مصادر عدل کو معاشرتی نظم کی اساس قرار دیتے ہیں۔ یہ تصور جدید انسانی حقوق کے مباحث سے متصادم نہیں بلکہ اصولی سطح پر ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے۔

دوسرا اہم پہلو شہری وفاداری اور ریاستی نظم سے تعلق رکھتا ہے۔ ہجرتِ حبشہ کا واقعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم ریاست میں قیام کرتے ہوئے بغاوت یا انتشار کے بجائے امن و قانون کی پاسداری کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ نجاشی کی حکومت کے دوران مسلمانوں کا طرزِ عمل اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ اسلامی تعلیمات شہری ذمہ داری اور ریاستی وفاداری کو تسلیم کرتی ہیں، بشرطیکہ مذہبی آزادی محفوظ ہو۔ اس اصول کو جدید قومی ریاست کے تصور کے ساتھ قابلِ تطبیق سمجھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح انسانیت کا کرام واحترام کا اصول اسلامی معاشرت کا بنیادی ستون ہے۔ یہودی کے جنازے پر قیام اور بیمار یہودی لڑکے کی عیادت جیسے واقعات اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ انسانی احترام مذہبی شناخت سے مشروط نہیں۔ پڑوسی کے حقوق کے متعلق عمومی ہدایت بھی اس امر کی دلیل ہے کہ سماجی تعلقات میں انسانیت کو مذہب پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ تصور تکثیری معاشروں میں باہمی احترام اور سماجی ہم آہنگی کے قیام کے لیے نہایت اہم ہے۔

معاشی تعامل کے میدان میں بھی اسلامی مصادر اعتدال اور شمولیت کی راہ دکھاتے ہیں۔ یہودی سے ادھار لینا، رہن رکھنا، اور غیر مسلم کے ساتھ کام کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ معاشی لین دین کو مذہبی بنیاد پر ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ مہارت، امانت اور باہمی اعتماد کو مذہبی تفریق پر قربان نہیں کیا جاتا۔ کثیر الثقافتی معاشروں میں اقتصادی شراکت اور پیشہ ورانہ تعاون کے لیے یہ ایک قابلِ عمل بنیاد فراہم کرتا ہے۔

تاہم تنقیدی جائزہ یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ان تاریخی مثالوں کو من وعن جدید ریاستی ڈھانچوں پر منطبق نہ کیا جائے۔ اسلامی نصوص اصول فراہم کرتی ہیں، لیکن ان کا اطلاق اجتہاد، زمان ومکان کے فہم، اور معاصر قانونی وسیاسی ساخت کی تفہیم کا محتاج ہے۔ میثاقِ مدینہ ایک مخصوص قبائلی اور شہری سیاق میں مرتب ہوا تھا۔ اسے جدید آئینی ریاست کا مکمل متبادل قرار دینا سادہ کاری ہوگی۔ اس لیے اسلامی مصادر کو جامد تاریخی نمونے کے بجائے ایک اصولی فریم ورک کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

مزید بر آں، یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا بعد کے ادوار میں ہمیشہ انہی اصولوں پر عمل کیا گیا؟ تاریخی تجربات بتاتے ہیں کہ سیاسی حالات، فقہی تعبیرات اور طاقت کے توازن نے بعض اوقات ان اصولوں کے اطلاق کو محدود کیا۔ اس لیے ایک علمی تحقیق میں یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ نصوصِ شرعیہ اور عملی تاریخ کے درمیان فرق ہو سکتا ہے۔ اصل معیار نصوص اور سیرت کے بنیادی اصول ہیں، نہ کہ ہر تاریخی عمل۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی مصادر تکثیری معاشرت کے لیے ایک مضبوط اخلاقی و قانونی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ وہ عدل، وفاداری، انسانی کرامت اور معاشی شمولیت جیسے اصول متعین کرتے ہیں جو سماجی ہم آہنگی کی تشکیل میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ تاہم ان اصولوں کو مؤثر بنانے کے لیے درست فقہی فہم، سیاقی اجتہاد اور اعتدال پسند تعبیر ناگزیر ہے۔ اسی متوازن انداز میں اسلامی مصادر معاصر سماجی مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں، اور یہی زاویۂ نظر علمی اور تحقیقی اعتبار سے زیادہ قابلِ دفاع ہے۔